جلد ۳ | ۲۷ مئی ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ ہجری | نمبر ۱۱

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

۱۔ حضرت فضل عمر مہمات خلافت کے سرانجام میں مصروف ہیں۔

۲۔ حضور کے ارشاد کے مطابق مبلغین کلاس اور مولوی فاضل پرائیویٹ کلاس کھل گئی ہے۔ مفصل اور نصاب آئندہ شائع ہوگا ۔

۳۔ بہت سے مکانات سرگرمی سے تیار ہو رہے ہیں اور دارالامان میں بسنے کا جذبہ ترقی پر ہے ۔

۴۔ سبزی وغیرہ کی دکانیں احمدی بازار میں بھی کھل گئی ہیں۔ جس سے بہت سہولت ہو رہی ہے۔ اور ہر ایک عمدہ بکفایت میسر ہو سکتی ہے ۔

۵۔ مولانا محمد سرور شاہ صاحب لکھنؤ سے واپس آ گئے ہیں۔ ان کے ساتھ شیخ محمد یوسف صاحب بھی گئے تھے ۔

اخبار احمدیہ

استجابت دعا مکرم معظم عبد القادر صاحب کٹی رنگون سے تحریر کرتے ہیں کہ میرا ایک بھانجا جو گونگا تھا۔ دیوانہ ہو گیا۔ مینے حضرت فضل عمر کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا ہے۔ خدا کے فضل سے حضور کی دعا کے اثر سے اس کا دیوانہ پن جاتا رہا۔ اور اب وہ بالکل اچھا ہے ۔

(۲) کظیم الرحمان صاحب جلپی پور سے لکھتے ہیں۔ ایام جلسہ میں والد صاحب بوجہ علالت حاضر دارالامان نہیں ہو سکے تھے حضرت صاحب کی خدمت میں صبح کے وقت دعا کے لئے عرض کیا گیا۔ جب ہم قادیان سے واپس آئے۔ تو دریافت معلوم ہوا۔ کہ اسی صبح سے افاقہ شروع ہے بعد ازاں میں نے اپنی صحت کے لئے عرض کیا۔ اور چار پانچ برس کی علالت سے ایک ہفتہ کے اندر اندر صحت یاب ہو گیا۔ اب پھر والد صاحب کی علالت طول پکڑ گئی تھی۔ بعض وقت مایوسی ہو جاتی تھی مینے ادہر حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ اور ہر افاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب بالکل خیریت ہے ۔

ایک مبلغ کی کارروائی محمد علی مدرس چک نمبر ۹۹ شمالی لکھتے ہیں۔ مولوی عبد الرحمان صاحب مبلغ سرگودہ ہمارے چک میں تشریف لائے۔ آپنے صداقت مسیح موعود پر قریب ۱½ گھنٹہ کے تقریر فرمائی ایک شخص پر بہت ہی اثر ہوا۔ کہنے لگا کہ آج میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ مولوی صاحب کی ایک غیر احمدی مولوی سے ملاقات ہوئی۔ اس مولوی کو ہر چند غیر احمدیوں نے بھی کہا کہ وہ کوئی اعتراض کرے۔ لیکن کچھ نہ بولا اور کہنے لگا کہ میں تو مردہ ہوں (سچ کہا۔ غیر احمدی مولوی مردہ ہی ہیں)

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

حیدرآباد دکن میں احمدیہ جلسہ

سید بشارت احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد لکھتے ہیں۔ آج ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء روز جمعہ ۲ بجے سے ۵½ تک مکان انجمن میں ایک تبلیغی جلسہ بتقریب سالگرہ حضور شاہ دکن (خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ) حسب شدہ آمد قدیم باعلان مطبوعہ منعقد ہو کر بخیر وخوبی ختم ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک تفصیلی کیفیت حسب ذیل ہے:۔

سوا دو بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب صدر جلسہ تھے۔ محمد اعظم صاحب نے مع سورۃ المزمل لحن عربی تلاوت کی۔ پھر سید فضل احمد صاحب کا افتتاحی لیکچر جلسہ کی غرض وغایت خاص اطاعت اولی الامر اور آخر میں خاص طور پر خوب تبلیغی مضمون ہوا۔ پھر مولوی بہاء الدین صاحب منشی مولوی فاضل نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عربی تبلیغی نظم خوش الحانی سے پڑھکر اس کا ترجمہ ومطلب خوب واضح طور پر سمجھایا۔ اس کے بعد جناب سیٹھ عبد اللہ صاحب نے اپنا تبلیغی مضمون جس کو حال میں ہی انہوں نے قادیان میں چھپوایا ہے پڑھکر سنایا۔ پھر قاضی غلام رسول صاحب نے حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کی مدحیہ مشہور لحبیب نظم جناب مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی نہایت خوش آوازی سے پڑھکر لوگوں کو محظوظ کیا:۔

اس کے بعد جناب مولوی ابو الحمید صاحب مجسٹریٹ اعلیٰ ضلع پربھنی نے اپنے تقریر کے پچھلے حصہ میں تبلیغی پہلو پر نہ در دیکر پھر تقریر کے خاتمہ پر وفاداری ریاست وشاہ دکن کے متعلق دیر تک دلچسپ وبرموقعہ مخلصانہ تقریر فرماتے رہے۔ پھر جلسہ کے ختم پر حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب نے سورہ فاتحہ پڑھکر حضور شاہ دکن مدظلہ العالی کو روحانی برکات والنعامات سے متمتع ہونے کیلئے ایک دعائیہ تقریر فرما کر معہ حضار مجلس تھوڑی دیر تک حضور شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کی سلامتی درازی اقبال وانصاف وعدل وحصول برکات روحانی وشہزادگان واعیان سلطنت کے لئے دعا کی اور جلسہ بخیر وخوبی ختم ہو گیا اطلاعاً گذارش ہے۔

ہاں قبل برخواست جلسہ جناب عبد اللہ بہائی صاحب کا تبلیغی مضمون مطبوعہ قادیان حاضرین مجلس واہالیان پولیس میں تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو شرح صدر دے:۔

میرٹھ میں تبلیغ سلسلہ

شہر میرٹھ صدر بازار میں بتاریخ ۱۳-۱۴-۱۵ مئی ۱۹۱۶ء معہ دعوت شرکت عام غیر احمدی سامعین۔ داعی الی الخیر جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگیری کے انکشاف حقیقت حال سلسلہ عالیہ احمدیہ پر نہایت مفصل مدلل للہی جوش کے ساتھ اثر انداز لہجہ میں کمال خوش بیانی شیریں کلامی سے وعظ ہوئے چونکہ یہ مقام بھی بلحاظ واسطہ داری قرابت قرب دہلی کے اس کا ہم زلف ہم نقشہ ہم رشتہ شہر ہے شہر میں اخویم حامد حسین خانصاحب کے مکان پر فہرست دعوت کے بالمقابل سامعین کی تعداد محدود رہی۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ صدر بازار میں خاکسار کے مکان پر برادران جماعت کے علاوہ سامعین کی تعداد کافی ووافی تھی۔ مردانہ مجلس کے علاوہ زنانہ مجمع کے قوت فیصلہ کی نکلی ہوئی آواز قابل ذکر ہے کہ ہم شرح صدر سے اقرار کرتے ہیں۔ احمدی سلسلے کی طرف سے جس قدر ہمارے دل کے اندر ناکارہ شکوک اور شبہات تھے وہ بالکل آج غلط اور نامعقول ثابت ہوئے ہم اس سلسلہ کے بانی اور اس جماعت کے امام اور سب کو حقیقی مومن اور جان نثار اسلام تصور کرتے ہیں:۔

دعا

برادر محمد عبد الخالق صاحب اوسو ہانہ بولانی ضلع گجرات سے لکھتے ہیں کہ میں بیمار ہوں احباب دعا صحت فرما دیں:۔

برادر محمد فاضل صاحب سب اوورسیر فیروزپور کا چھوٹا لڑکا محمد افضل بیمار ہے احباب سے درخواست دعا ہے۔

جنازہ پڑھا جاوے

مورخہ ۱۵ تا ۱۶ کو کوہ دھرالہ غلام محمد خان کورنش ۳ بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں۔ ۱۰ یا ۱۵ یوم بیمار رہے۔

محمد خان ولد محمد افضل خان (میدان جنگ)

الخطبہ

ایک لڑکی جس کی عمر ۱۳ سال۔ قرآن شریف پڑھتی ہے۔ ارادہ ہے کہ لڑکی کا نکاح حضور کے ارشاد کے مطابق کسی احمدی لڑکے سے کر دوں جو صالح ہو۔ سادہ طبع لڑکی ہے۔ اگر کوئی لڑکا ایسا ہو کہ میرے گھر میں رہے تو اس صورت میں میرا گھر بھی آباد رہیگا:۔ خط وکتابت معرفت ایڈیٹر الفضل ہو:۔

خبریں

مغربی محاذ کے لئے فوج جرمن سپاہ کا کثیر حصہ یونانی سرحد سے فرانس کو روانہ کیا جا رہا ہے۔ روسی میدان جنگ لنڈن ۲۲ مئی گذشتہ دنوں ۸۰ ہزار جرمن سپاہی آسٹریا کو سبکدوش کرنے کیلئے روسی محاذ کو روانہ کئے گئے

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

تشحیذ وی پی آتا ہے

جن صاحبان نے ۱۹۱۶ء کی قیمت پیشگی تا حال ادا نہیں فرمائی۔ ان کے نام تشحیذ ماہ جون جس ایک مضمون بعنوانہ کما یعیں فوق ابناءھم اور دوسرا شیعوں کے اختلاف عقائد کے متعلق ہے۔ ۵ رجون کو وی پی جائیگا احباب بالخصوص زمیندار وصول فرما کر مشکور کریں:۔

مینجر تشحیذ الاذہان قادیان

حج بدل

حاجی شیخ محمد اعظم احمدی جو اپنی بی بی اور لڑکی سمیت قادیان آئے تھے۔ واپس مکہ جانے والے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی صاحب اپنی طرف سے یا اپنے کسی عزیز کی طرف سے نیابتہً حج کرانا چاہیں تو اس خدمت کو بجالائیں صرف ایک طرف کا خرچ ایک آدمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۷ر مئی ۱۹۱۶ء

نجات کی حقیقت

از افاضات سیدنا خلیفۂ ثانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مورخہ ۲۵ر مارچ ۱۹۱۶ء کو ایک عیسائی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور عرض کی۔ کہ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے اصلی اور حقیقی نجات دہندہ کا پتہ بتائیں آج تک میں جسکو اپنے لئے نجات دہندہ اور راہنما سمجھتا رہا ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ بجائے نجات دلانے کے مجھے کسی اور طرف لے جا رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یسوع مسیح جس کی نسبت میرا اعتقاد ہے کہ اس نے ہمارے لئے دکھ اٹھائے مصیبتیں سہیں۔ حتیٰ کہ مارا گیا کہ ہم نجات پائیں۔ اس سے اچھا مجھے کوئی نجات دہندہ بتایا جائے۔ حضور اُسوقت ڈاک دیکھنے کے لئے تشریف لائے تھے اسی وقت یہ تقریر فرمائی۔ جو ساتھ ساتھ قلمبند ہوتی گئی۔ یہ تمام الفاظ تو نہیں۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ اس سے زیادہ لکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

(ایڈیٹر)

عیسائی فلسفۂ نجات

حضور نے فرمایا۔ نجات کے متعلق مسیحی مذہب اور اسلام میں جو اختلاف ہے۔ میں پہلے اس کو بتاتا ہوں۔ مسیحی مذہب میں نجات کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ آدم نے گناہ کیا۔ اس لئے وہ ورثہ کے طور پر سب انسانوں میں آ گیا۔ جسطرح باپ کی دولت ورثہ میں سب بیٹوں کو آتی ہے۔ اسی طرح آدم جو سب کا باپ ہے۔ اس کا گناہ اس کی اولاد میں یعنی انسانوں میں آ گیا۔ اس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ اور جب تک اس سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ اس وقت تک اس سے کئی اور گناہ سرزد ہو جائینگے۔ کیونکہ خدا کی شریعت ایسی آتی ہے کہ سب پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ اگر کسی نے ایک حکم بھی توڑ دیا۔ تو ضرور ہے کہ وہ سزا پائے۔ اور اگر خدا کسی ایسے گنہگار کو سزا نہ دے۔ تو ظالم ٹھہرتا ہے لیکن خدا کا رحم چاہتا ہے کہ بخشدے کیونکہ وہ ماں باپ سے زیادہ محبت اور پیار کرنے والا ہے۔ اس لئے اس نے یہ تجویز کی کہ ایک بے گناہ کو جو اپنے اندر الوہیت کی شان بھی رکھتا تھا پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور جسطرح ایک قرضدار کا قرضہ اگر کوئی اور ادا کر دے تو ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے گناہوں کی سزا یسوع مسیح نے اٹھالی۔ اور ہم بخشے گئے اسطرح خدا کا عدل بھی قائم رہا۔ اور محبت بھی پوری ہو گئی یہ مسیحیوں کا اعتقاد ہے۔

اسلامی فلسفۂ نجات

اسکے مقابلہ میں اسلام کہتا ہے کہ ہر ایک انسان کی نجات اپنے اعمال کے ذریعہ ہو گی۔ جب تک کوئی انسان خود نیکی اور تقویٰ نہ اختیار کرے گا۔ گناہوں اور بدیوں اور عیبوں سے نہ بچیگا۔ نجات کا مستحق نہیں ہو سکیگا۔

اسلام کا مطمح نظر عیسائیت سے بلند تر ہے

اسکے علاوہ عیسائیت اور اسلام کے دعوی ہی میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام صرف نجات کی طرف نہیں بلاتا۔ یہ مسیحی اور دیگر مذاہب مثلاً بدھ وغیرہ کا آئیڈیا ہے۔ اور اسلام کا مطمح نظر اس سے بہت ہی بلند ہے۔ جسکے مقابلہ میں نجات کچھ چیز ہی نہیں۔ نجات کے معنی تو دکھ اور تکالیف سے بچ جانے کے ہوتے ہیں لیکن انسان کی فطرت میں نہ صرف دکھ سے بچنے کی خواہش ہے بلکہ آرام اور سکھ حاصل کرنے کی بھی تمنا ہے۔ وہ انسان جو کسی ایسی زمین پر بیٹھا ہو جہاں کانٹے نہ ہوں وہ دکھ سے بچا ہوا ہو گا۔ مگر وہ انسان جو گدیلے والی کرسی پر بیٹھا ہو گا وہ نہ صرف دکھ سے بچا ہو گا۔ بلکہ آرام بھی پا رہا ہو گا اسی طرح ایک انسان کے پیٹ میں درد نہیں۔ آنکھیں نہیں دکھتیں تو وہ سکھ میں ہے۔ مگر ایسا ہو سکتا ہے کہ اسکی صحت ایسی نہ ہو کہ اسے فرحت اور خوشی حاصل ہوتی ہو تو دکھ سے بچنا علیحدہ بات ہے۔ اور راحت اور آرام محسوس کرنا علیحدہ۔ اسلام یہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ جب انسانی فطرت میں آرام حاصل کرنے کی بھی خواہش ہے۔ اور یہ دکھ سے بچ جانے کے علاوہ بات ہے۔ تو کیوں نہ یہی انسان کو حاصل ہو دیکھئے۔ ایک بے علم انسان ہے۔ اس کو اس بات سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوگی۔ کہ میں فلاں کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن جو شخص علم حاصل کریگا۔ اُسکے لئے یہ نہیں ہو گا۔ کہ اس کا کوئی دکھ یا تکلیف دور ہو جائے گی۔ بلکہ اُسے سکھ مل جائیگا۔ پس پڑھنا اس لئے اچھا نہیں کہ انسان دکھ سے بچ جاتا ہے بلکہ اس لئے اچھا ہے کہ اسکی وجہ سے آرام حاصل ہوتا ہے پھر دیکھئے دُنیا میں لوگ دولت جمع کرنے کے لئے بڑی بڑی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو پیٹ بھر کر کھانے کو اور حسب ضرورت کپڑا پہننے کو مل جائے۔ تو اسطرف سے اس کے لئے کوئی دکھ باقی نہیں رہتا۔ لیکن کوئی اسبات پر قناعت نہیں کرتا کیوں اس لئے کہ ہر ایک سمجھتا ہے کہ زیادہ مال سے زیادہ آرام حاصل ہو گا۔ تو انسان کی فطرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے پیدا کرنے والے نے (ابھی اسبات پر بحث نہیں کہ کونسا مذہب سچا ہے۔ اس لئے کسی مذہب کا پیدا کرنیوالا ہو) یہ بھی خواہش رکھ دی ہے۔ کہ انسان آرام حاصل کرے۔

وہی قول حق ہے جسکی تائید میں خدا کا فعل ہو

چونکہ یہ بات ہر ایک انسان میں پائی جاتی ہے اس لئے معلوم ہوا۔ کہ یہ خدا کا فعل ہے اس کے ساتھ خدا کے قول کو پرکھ لو۔ خدا نے آنکھیں پیدا کی ہیں کہ انسان دیکھا کرے۔ لیکن اگر کوئی مذہب یہ کہے کہ آنکھوں سے نہیں بلکہ کانوں سے دیکھا کرو۔ تو ہم فوراً کہہ دینگے کہ یہ غلط بات ہے۔ کیونکہ خدا نے دیکھنے کی طاقت آنکھوں میں رکھی ہے نہ کہ کانوں میں۔ تو مذہب کی ہر ایک بات کے پرکھنے کے لئے خدا تعالیٰ کے فعل کو دیکھنا چاہیئے۔ جس قول (یعنی مذہب کے حکم) کی فعل (قانون قدرت) تائید کرے۔ اس کو قبول کر لینا چاہیئے۔ اور جسکی تردید کرے۔ اُسے غلط قرار دیکر چھوڑ دینا چاہیئے۔

فطرت حقہ کے مطابق کونسا مذہب ہے؟

اب ہم اسبات کو دیکھتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے کہ وہ نہ صرف دُکھ سے بچنا چاہتا ہے۔ بلکہ سکھ بھی حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو مذہب ان دونوں باتوں کے متعلق احکام بیان کرتا ہے

وہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ اور جو صرف دکھ سے بچنے کے متعلق بتاتا ہے۔ مگر آرام حاصل کرنے کی نسبت بالکل خاموش ہے۔ وہ فطرت کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس مذہب کا بیان کرنیوالا فطرت انسانی سے واقف نہیں ہے۔ خدا نے جو طاقت انسان میں رکھی ہے۔ اسکے لئے سامان بھی ضرور پیدا کئے ہیں۔ مثلاً معدہ میں ہضم کرنے کی طاقت ہے تو خوراک بھی پیدا کیگئی ہے۔ دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں۔ تو روشنی بھی بنائی گئی ہے۔ سننے کے لئے کان ہیں تو ہوا بھی رکھی گئی ہے۔ اسی طرح روح میں بھی طاقتیں ہیں۔ اور ان کے لئے بھی سامان ہیں۔

اسلام نہ صرف نجات دلاتا ہے۔ بلکہ مفلح بناتا ہے

روح میں یہ کشش ہے کہ وہ نہ صرف دکھ سے بچے۔ بلکہ آرام بھی حاصل کرے لیکن جو مذہب اُسے صرف دکھ سے بچاتا ہے۔ وہ اس کے آدھے حصہ کو پورا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے دو مطالبے ہیں ایک دکھ سے بچنا۔ اور دوسرا آرام حاصل کرنا۔ عیسائیت صرف نجات یعنی دکھ سے بچانے کا وعدہ کرتی ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے، جیسے کوئی شخص دشمن کے مقابلہ کے لئے جائے تو اسے کہا جائے۔ کہ کوئی فکر نہ کرو تم اس کے ضرر سے بچ جاؤ گے لیکن اصل میں یہ اس کے لئے اتنی خوشی کی بات نہیں ہوگی جتنی یہ ہو سکتی ہے۔ تم نہ صرف دشمن کے ضرر سے بچ جاؤ گے۔ بلکہ اس پر کامیابی بھی حاصل کرو گے۔ کیونکہ صرف دکھ سے بچنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو انسان کے لئے کامل خوشی کا موجب ہو سکے۔ اسلام نے یہی آخری درجہ یعنی دکھوں اور تکلیفوں سے بچکر کامیاب اور بامراد ہونے کا رکھا ہے۔ اور اس کا نام فلاح قرار دیا ہے یعنی مظفر و منصور اور غالب ہو کر اپنی راحت و آرام کے سامان مہیا کر لینا۔ پس اسلام نہ صرف یہ بتاتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ تم اسطرح آرام حاصل کر سکتے ہو۔ یہ اسلام اور مسیحیت میں پہلا اور سب سے بڑا فرق ہے۔ عیسائیت کے لیکچرار اپنے سارے زور اور قوت سے لوگوں کو نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم ابتدا میں ہی فرماتا ہے۔ اولٓئک علٰی ھدی من ربھم واولٓئک ھم المفلحون۔ اسلام کے احکام پر چلنے والے ہدایت اور ہر قسم کے روحانی مدارج کے حاصل کرنیوالے ہونگے۔ اور اس کے علاوہ وہی اپنے مقصد اور مدعا میں کامیاب اور بامراد ہو جائینگے۔ یہ درجہ دکھ درد سے مخلصی حاصل کرنے سے بہت اعلیٰ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسیحی مذہب میں بھی آرام حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ مگر اس پر زور نہیں دیا جاتا۔ اسکو ایک ضمنی بات سمجھا جاتا ہے۔ اور اصل مقصد نجات کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ بائبل کے مرتب کرنیوالوں کی نظر وسیع نہ تھی۔ یا بعد میں لوگوں نے اس میں تغیر و تبدل کر دیا۔ یہ تو ایک بڑا فرق ہوا۔

عیسائیت اور اسلام میں پہلا فرق

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ عیسائیت کی نجات کے مقابلہ میں اسلام میں نجات بھی ہے مگر یہ فلاح سے ادنےٰ درجہ رکھتی ہے۔ جسطرح ایک کالج میں ایم اے بی اے۔ الیف۔ اے اور انٹرنس کے درجے ہوتے ہیں یعنی کوئی اعلیٰ اور کوئی ادنےٰ اسی طرح انسانی مدارج کے اسلام میں بھی درجے ہیں۔ اور نجات بھی ایک درجہ ہے مگر ادنےٰ اس لئے گو اسلام اور عیسائیت اسبات میں تو متفق ہیں کہ نجات ہوتی ہے۔ مگر اسلام اس کو ادنےٰ درجہ قرار دیتا ہے۔ اور عیسائیت سب سے اعلیٰ درجہ۔

دوسرا مابہ الامتیاز

پھر اسلام اور عیسائیت میں یہ بھی فرق ہے کہ مسیحیت اسبات پر زور دیتی ہے کہ نجات انسان کے اعمال سے نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف خدا کے فضل سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کوئی انسان تمام اعمال کو بجا نہیں لا سکا۔ اسی لئے خدا نے اپنے بیٹے کو دنیا کے گناہوں کے بدلے قتل کیا۔ تاکہ وہ نجات پائیں۔ اسلام اسبات میں تو متفق ہے کہ نجات خدا کے فضل سے ہوتی ہے

نجات خدا کے فضل سے ہے اسکے کیا معنے؟

لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ہر ایک چیز کا ایک باعث ہوتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز ہو۔ اور اس کا کوئی باعث نہ ہو۔ گو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کا باعث معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر ہوتا ضرور ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس باعث کا کوئی اور باعث ہو۔ مثلاً ایک شخص ایک مزدور کو چار آنے یومیہ پر نوکر رکھتا ہے۔ وہ مزدور سارے دن میں جسقدر بھی محنت اور مشقت سے کام کرے۔ اسی قدر وہ اپنے فرض کو اچھی طرح ادا کرنے والا ہو گا۔ اور اگر سستی سے کام لیگا تو بد دیانتی کرے گا مگر بہت اچھی طرح کام کرنے سے اس کا یہ حق نہیں ہو گا کہ زیادہ مزدوری مانگے۔ ہاں اگر وہ ایک دن کی بجائے ڈیڑھ دن لگائے تو اس کا حق ہو گا کہ چار آنے کی بجائے چھ آنے طلب کرے لیکن اگر اسپر خوش ہو کر کام کرانے والا ایک دن کی محنت کرنے پر چار آنے کی بجائے آٹھ آنے دیدے۔ تو یہ زائد چار آنے اسکی مزدوری نہیں ہو گی۔ بلکہ دینے والے کا اس پر رحم اور فضل ہو گا۔ لیکن یہ فضل کیوں اسپر ہوا؟ کسی اور پر کیوں نہ ہو گیا۔ اسلئے کہ اس نے کچھ محنت کی تھی۔ اس محنت نے فضل کو کھینچا ہے۔ گو یہ فضل اس محنت کا نتیجہ نہیں کیونکہ اس کا نتیجہ تو صرف چار آنے ہے۔ لیکن اس نے اس فضل کو حاصل کرایا ہے اسیطرح اسلام نجات کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ہوگی تو خدا کے فضل سے۔ مگر خدا کے فضل کو کھینچنے والے اس کے اعمال ہی ہوں گے۔ دنیا کے تمام کاروبار میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ گو ایک بات دوسرے کے نتیجہ میں نہیں ہوتی۔ مگر اسکی وجہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً گورنمنٹ فوج کے آدمیوں کو جو تنخواہ دیتی ہے وہ انہیں اس زیادہ سے زیادہ کوشش کے معاوضہ میں دیتی ہے جو وہ لڑائی میں کر سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی جو لڑائی میں خاص جرأت اور دلیری دکھاتا ہے۔ اُسکو کئی قسم کے انعام دئے جاتے ہیں۔ حالانکہ جب ملازم رکھا جاتا ہے۔ تو اسی وقت یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے لئے جان دینی پڑی تو بھی دریغ نہ کرو نگا۔ آپ جانتے ہیں پھر گورنمنٹ کیوں انعام دیتی ہے۔ اس لئے کہ وہ کسی کی خدمت سے خوش ہو جاتی ہے پس گورنمنٹ کا انعام سپاہی کی خدمت کا معاوضہ نہیں ہوتا لیکن ہوتا خدمت ہی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کا نجات دینا ہے۔ انسان اعمال کرتا ہے اسمیں شک نہیں کہ انسان میں کمزوریاں ہیں۔ لیکن جب وہ اپنی طرف سے پورے زور اور کوشش سے اعمال کرتا ہے۔ تو اسکے اعمال خدا تعالےٰ کے رحم اور فضل کو کھینچ لیتے ہیں۔ اور وہ نجات پا جاتا ہے۔ دنیا کے کاروبار میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص خاص محنت اور کوشش سے کام کرتا ہے تو اپنے کام کرانے والے انسان کے رحم کو حاصل کر لیتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرے۔ اور وہ اس کے رحم کو نہ پا سکے۔

نجات کے لئے اعمال ضروری ہیں

پس ہمارے نزدیک اعمال کرنا ضروری ہیں۔ کیونکہ انکے ذریعہ فضل حاصل ہوتا ہے۔ اور خدا کے فضل سے نجات ہوتی ہے۔ اور جب تک اعمال نہ ہوں نجات ہو نہیں سکتی۔

دیکھو ایک انسان کسی پر کیوں رحم کرتا ہے۔ اسلئے کہ اس کو دکھ اور مصیبت میں دیکھتا ہے یعنی اس شخص کا دکھ اس کے رحم کو کھینچتا ہے تو ہر بات کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کا پہلا ذریعہ اعمال ہیں اسی لئے اسلام نے اعمال پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن نجات خدا کے فضل پر ہی رکھی ہے ❊

نجات کے لئے اعمال پر بھروسہ ٹھیک نہیں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی نجات تو اعمال کی وجہ سے ہوگی۔ آپنے فرمایا۔ نہیں۔ میری نجات بھی خدا کے فضل سے ہی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کوئی شخص درجہ نہیں رکھتا۔ جب آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری نجات خدا کے فضل سے ہوگی۔ تو اور کون ہے۔ جو اپنے اعمال پر بھروسہ رکھ سکے۔ ہاں فضل کے لئے اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسی تھیوری کو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس سے آپ عیسائیت کی تھیوری کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ کون غلط اور کون درست ہے ❊

مسیحی مذہب والوں کو اعمال کے متعلق کیا دھوکہ لگا

مسیحی مذہب کا دعویٰ ہے کہ انسان کو اس لئے نجات حاصل نہیں ہو سکتی کہ انسان گنہگار ہے۔ اور شریعت کے احکام کو پورا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شریعت کے ایک چھوٹے سے چھوٹے حکم کی خلاف ورزی کرنا بھی گناہ ہے۔ اور کوئی انسان نہیں ہے۔ جو تمام احکام کو پورا کر سکے۔ پس جبکہ کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ تو ضرور ہے کہ جو گناہ اس سے سرزد ہوں۔ انکی اسے سزا ملے جسطرح گورنمنٹ کے اگر کسی حکم کی خلاف ورزی کی جائے تو وہ سزا دیتی ہے اسی طرح جو کوئی خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ ضرور سزا پائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شریعت پر چلکر کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب والوں کو یہ دھوکہ لگا ہے۔ اور انھوں نے تمام شریعت پر عمل کرنا انسان کی نجات کے لئے اصل قرار دیکر یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ چونکہ کوئی انسان شریعت کی ساری شرائط کو پورا نہیں کر سکتا۔ اس لئے خدا اسے نجات بھی نہیں دیتا

اسلام کی غرض دربارۂ تنزیل شریعت

لیکن اسلام یہ نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے۔ کہ خدا کو کسی کے عبادت کرنے یا نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات اس سے مستغنی ہے۔ کسی کی عبادت کرنے یا شریعت پر چلنے سے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور کسی کی عبادت نہ کرنے یا شریعت کے احکام پر عمل نہ کرنے سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ساری دنیا اگر دن رات اسکی تقدیس اور تحمید میں لگی رہے تو اس کا کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر ساری دنیا گندی اور بدکار ہو جائے تو اس کی شان میں کچھ کمی نہیں آسکتی۔ پس خدا تعالیٰ نے شریعت اس لئے نہیں بھیجی کہ اس سے اس کا فائدہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ انسان اس کے محتاج ہیں۔ اگر کوئی اس پر عمل کریگا تو وہ اعمال اسکو فائدہ دینگے۔ تو خدا تعالیٰ کا شریعت کو بھیجنے سے صرف یہی مقصد نہیں کہ لوگ اسکے ہر ایک حکم پر عمل کریں بلکہ یہ ہے کہ اسکے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائیں یعنی اعمال کے ذریعہ وہ استعداد پیدا کرنی مقصود ہے۔ جس سے انسان کی روح ایسی پاک ہو جائے کہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو سکے ❊

قوانین سلطنت و شریعت میں مشابہت قائم کرنا غلطی ہے۔

اس لئے ہم خدا تعالیٰ کی شریعت کو گورنمنٹ کے قوانین سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گورنمنٹ کا مدعا صرف قوانین پر عمل کروانا ہوتا ہے تاکہ امن قائم رہے۔ اگر لوگ چوری کریں۔ ڈاکے ڈالیں۔ رہزنی کریں تو گورنمنٹ ہی نہیں رہ سکتی۔ مگر ساری دنیا کے شریعت کو چھوڑ دینے اور اس کے بالکل برعکس کرنے سے خدا خدا ہی رہتا ہے۔ اسکی شان اور پاکیزگی میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آسکتا۔ اس لئے قوانین سلطنت اور شریعت میں مشابہت دینی غلط ہے۔ گورنمنٹ اس بات کی محتاج ہے کہ لوگ اس کے قوانین پر چلیں لیکن خدا محتاج نہیں ہے۔ کہ لوگ شریعت پر عمل کریں۔ خدا تعالیٰ نے تو اپنے رحم اور فضل سے شریعت کے احکام اس لئے نازل فرمائے ہیں۔ کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو خدا تعالیٰ سے تمہارا تعلق ہو جائے گا ❊

شریعت کی مشابہت یونیورسٹی کے کورس سے صحیح ہے۔

شریعت کی مشابہت یونیورسٹی کے کورس سے دیجا سکتی ہے۔ یونیورسٹی میں مثلاً کسی مصنف کی تاریخی کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے پڑھانے کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس خاص شخص کی لکھی ہوئی تاریخ پڑھائی جاوے۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے میں ایک حد تک تاریخ دانی کی قابلیت پیدا ہو جائے یہی وجہ ہے کہ کتابیں بدل دیجاتی ہیں۔ اور جو مفید اور مناسب سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں پڑھایا جاتا ہے۔ پھر یونیورسٹی امتحان کے لئے کچھ سوال مقرر کرتی ہے۔ لیکن کوئی طالب علم ایسا نہیں ہوتا۔ جو تمام سوالوں کے تمام و کمال جواب دے سکے۔ تاہم ہر سال ہزاروں طلباء پاس ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ غلطیاں کی ہوتی ہیں۔ ان کے پاس ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یونیورسٹی کی غرض ان سے سارے سوال پورے کرانا نہیں۔ بلکہ ایک حد تک استعداد پیدا کرنا ہے۔ جب کسی میں اس حد تک استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو وہ پاس کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت میں خدا نے کچھ احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ انسان میں خدا سے تعلق پیدا کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ چنانچہ نماز پڑھنے کا حکم اس لئے نہیں کہ اُٹھائے بیٹھائے بلکہ اس لئے ہے کہ پاکیزگی پیدا ہو۔ روزہ رکھنے کا اس لئے ارشاد نہیں کہ بھوکا رکھا جائے۔ بلکہ اس لئے ہے کہ تقویٰ حاصل ہو۔ اسی طرح تمام دوسرے احکام کے متعلق ہے۔ جب کوئی انسان انپر اس حد تک عمل کر لیتا ہے کہ اس میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ پاس ہو جاتا ہے جسطرح یونیورسٹی میں ۳۰ یا ۶۰ یا ۸۰ فیصدی نمبر پاس ہونے کے لئے رکھے ہوتے ہیں۔ اور اتنے نمبر حاصل کرنیوالا پاس ہو جاتا ہے اسی طرح شریعت کے احکام کے متعلق بھی استعداد دیکھی

جاتی ہے ÷

شریعت کے بعض احکام کے بجالانے میں پورا نہ اترنے والا بھی نجات پاسکتا ہے، مگر مراتب ضرور ہیں ÷

عیسائی صاحبان یہ تو کہتے ہیں کہ کیا شریعت کے جس حکم پر انسان عمل نہیں کرتا وہ خدا کی طرف سے نہ تھا۔ لیکن یہ نہیں کہتے کہ کیا امتحان کے جس سوال کو طالب علم حل نہیں کرتا، وہ یونیورسٹی کی طرف سے نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جسطرح یونیورسٹی باوجود بعض سوالات کے حل نہ کئے جانے کے قابلیت کی ایک حد کو دیکھ کر پاس کر دیتی ہے، اسی طرح شریعت کے سب احکام کو پورا نہ کرنے کی حالت میں بھی جبکہ انسان ایک خاص حد تک استعداد پیدا کرے نجات پاسکتا ہے۔ ہاں جسطرح زیادہ نمبر حاصل کرنے والا اعلیٰ درجہ پر پاس ہوتا ہے اسی طرح شریعت کے احکام کے ذریعہ زیادہ استعداد پیدا کرنے والا اعلیٰ مرتبہ پر ہوتا ہے ÷

اگر نجات میں شریعت کا تعلق نہیں تو پھر عیسائی مدارج کیوں نہیں مانتے ہیں۔

اور خدائے تعالیٰ کے حضور اسی لحاظ سے مدارج ہیں۔ اور مدارج کو مسیحی صاحبان بھی مانتے ہیں چنانچہ انبیاء کے درجوں میں فرق کرتے ہیں۔ مسیحی صاحبان جو درجہ حضرت ابراہیم کو دیتے ہیں وہ کسی اور نبی کو نہیں دیتے۔ لیکن نجات کو اگر اعمال کے لحاظ سے نہ مانا جائے۔ تو پھر مدارج میں بھی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام نے اعمال کے مطابق ہی مدارج قرار دئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه فاولئك هم المفلحون۔ ومن خفت موازینه فاولئك الذين خسروا انفسهم بما كانوا بآیاتنا يظلمون۔ یعنی قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔ اگر کسی نے اس حد تک عمل کئے ہونگے۔ کہ اس میں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی ہوگی۔ تو اسکی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں کو معاف کر دیا جائے گا جسطرح یونیورسٹی بھی باوجود تمام سوالات کے حل نہ کرنے کے پاس کر دیتی ہے اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ اگر شریعت کے تمام احکام پر باوجودیکہ اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کیجائے۔ عمل نہ ہو سکے، تو انسان نجات پاسکتا ہے ÷

ہم اباحت کے قائل نہیں کہ انسان تمام شریعت پر عمل نہیں کرسکتا۔

لیکن ہم تو اباحت کو قبول ہی نہیں کرتے۔ کہ انسان تمام احکام پر عمل نہیں کرسکتا۔ عیسائی صاحبان تعزیرات ہند پر عمل کرتے ہیں یا نہیں ضرور کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا آزاد پھرنا اباحت کا ثبوت ہے اگر وہ اسپر عمل نہ کرتے تو سزا پاتے۔ لیکن قرآن کریم تو اس سے بہت چھوٹا ہے۔ پھر اسپر کیوں عمل نہیں ہو سکتا۔ پس یہ کہنا کہ شریعت کے تمام احکام پر عمل نہیں ہو سکتا۔ غلط ہے اور عیسائی صاحبان اسکے متعلق اسطرح دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ کسی سے پوچھتے ہیں۔ کیا آپ نیک ہیں وہ آگے کسر نفسی اور انکسار سے کہتا ہے۔ جی نہیں میں تو گنہگار ہوں عیسائی کہتے ہیں۔ دیکھو یہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں گنہگار ہوں اس سے ثابت ہوا کہ کوئی انسان گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے۔ کہ جب حضرت مسیحؑ کو بھی کہا گیا تھا کہ "اے نیک استاد! میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟" تو انہوں نے کہا "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" اور بات بھی یہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ اصل نیک جسمیں کوئی کسی قسم کی بدی اور نقص نہ ہو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہر ایک انسان میں کمزوریاں ہیں مثلاً عالم الغیب ہونا وغیرہ۔ اس لئے اصل نیکی کا اطلاق پورے طور سے خدا تعالیٰ پر ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں کوئی انسان نہ نیک ہوا ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ انسان جو نیک ہے وہ انکسار کی وجہ سے کہتا ہے۔ کہ میں نیک نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ غرور اور تکبر جو انسان کے ہلاکت کا موجب ہے، اس میں میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ اور اس کا یہ اقرار بدی سے بچنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ بدی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے۔ ورنہ ہزارہا انبیاء نے دعوے کیا ہے کہ ہم ہر ایک قسم کی بدی اور برائی سے پاک ہیں دوسری بات یہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر کرتا ہے۔ اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک دیا ہوتا ہے۔ دیا بھی روشن ہوتا ہے لیکن سورج کے مقابلہ پر اسکی روشنی کچھ چیز نہیں ہے۔ یہی بات انسانوں میں ہے ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جو شریعت کے احکام پر پورے پورے عمل کرنیوالے تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ یہ اباحت کا ثبوت ہے، کہ انسان شریعت کے احکام پر عمل کرسکتا ہے۔ واقعہ میں شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے۔ جسپر عمل نہ ہو سکتا ہو۔ کیا زنا ایسا فعل ہے جس سے انسان بچ نہیں سکتا۔ یا چوری یا ڈاکہ۔ جھوٹ قتل۔ چغلی وغیرہ ایسے ہیں۔ جن سے بچنا ناممکن ہے۔ ہرگز نہیں اگر انسان کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ تو ضرور بچ سکتا ہے عیسائی صاحبان کے پاس صرف انسان کا انکسار اور کسر نفسی اباحت کا ثبوت ہے، کہ کوئی انسان گناہوں سے بچ نہیں سکتا۔ لیکن یہ ایک غلط دلیل ہے۔ دیکھو اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ تم گناہوں سے بالکل پاک ہو تو فروتنی کے لحاظ سے کہے گا کہ میں ایک گنہگار بندہ ہوں لیکن اگر اسے یہ کہا جائے کہ کیا تم تعزیرات ہند پر پورا پورا عمل کرتے ہو تو وہ یہی جواب دیگا۔ کہ ہاں میں ضرور کرتا ہوں۔ اور کبھی یہ نہیں کہے گا۔ کہ میں اسکے خلاف کرتا ہوں۔ کیوں؟ اسلئے کہ یہ کہنے سے وہ شرمندہ نہیں ہوتا وہ جانتا ہے کہ تعزیرات انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔ اور انسان کوئی ایسی ہستیاں نہیں ہیں۔ جن کے مقابلہ میں یہ کہنا نا روا ہو۔ لیکن شریعت کے احکام کے متعلق جواب دیتے ہوئے اسکے پیش نظر خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انکسار اور عاجزی سے جواب دیتا ہے ÷

یہ بات غلط ہے کہ انسان کو گناہ ورثہ میں ملا ÷

باقی رہا یہ کہ گناہ انسان کو ورثہ میں ملا ہے۔ اس لئے وہ گناہوں سے پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی غلط ہے۔ اگر انسانوں کو ورثہ میں گناہ ملا تھا۔ تو حضرت آدم میں کہاں سے آگیا تھا۔ اگر اس میں اپنے طور پر آگیا تھا تو اب بھی یہ کیوں نہ مانیں کہ باقی انسانوں میں بھی اپنے طور پر آتا ہے ÷

ورثتاً گناہ پر سزا دینا ظلم ہے

پھر اگر انسان میں گناہ ورثہ کے طور پر آیا تھا۔ تو اس کا ذمہ وار انسان نہیں قرار پاسکتا۔ مثلاً ایک شخص حرامزادہ ہے۔ کیا وہ اس لئے دوزخ میں ڈالا جاسکتا ہے کہ اسکی

ماں نے زنا کیا تھا۔ اور وہ پیدا ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور اس کی ماں کا ہے۔ پس جو چیز ماں باپ کی طرف سے ورثہ میں ملے۔ اسکی وجہ سے کوئی انسان مستوجب سزا نہیں ہو سکتا۔ اور جب کوئی اسطرح مستوجب سزا نہیں ہو سکتا۔ تو تمام انسان نجات یافتہ ہوئے۔ کیونکہ ان کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ گناہ تو انہیں ورثہ میں ملا ہے اور تمام انسانوں کی نجات اس صورت میں ہو نہیں سکتی۔ جبکہ یہ مانا جائے کہ گناہ ورثہ میں نہیں آیا۔ بلکہ ہر ایک انسان خود کرتا ہے۔ پس عیسائیت کا یہ مسئلہ سر سے ہی باطل ہے۔

مشاہدہ سے یہ بات بھی غلط ثابت ہو رہی ہے کہ کفارہ سے موروثی گناہ بخشا جاتا ہے۔

پھر عیسائی صاحبان کے سامنے جب ہم یہ پیش کرتے ہیں کہ انسان خود گناہ کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ایسے گناہ جو انسان خود کرتا ہے ان سے تو بچ سکتا ہے۔ لیکن ورثہ کا گناہ سوائے کفارہ پر ایمان لانے کے نہیں بخشا جا سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ جس گناہ کو ورثہ میں آنا قرار دیا جاتا ہے۔ وہ حضرت آدم نے کیا تھا جس کی یہ سزا تجویز ہوئی تھی کہ:-

"خداوند خدا نے سانپ سے کہا۔ اسواسطے کہ تو نے یہ کیا ہے۔ تو سب مویشیوں اور میدان کے سب جانوروں سے ملعون ہوا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا۔ اور عمر بھر خاک کھائیگا۔ اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلیگی۔ اور تو اسکی ایڑی کو کاٹے گا۔ اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور درد سے تو لڑکے جنیگی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہو گا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی۔ اور اس درخت سے کھایا جسکی بابت میں نے تجھے حکم کیا تھا۔ کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے کھائے گا۔ اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگائیگی۔ اور تو کھیت کی نبات کھائے گا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر یہ سزائیں کفارہ پر ایمان لانے سے مٹ جاتی ہیں۔ تب تو کفارہ ٹھیک ہے۔ ورنہ اسبات کے ثبوت کیلئے کہ ورثہ کا گناہ کفارہ کے ماننے سے معاف ہو جاتا ہے کوئی بھی نہیں ہے۔ اس گناہ کی وجہ سے سانپ کو یہ سزا دیگئی تھی کہ "تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا۔ اور عمر بھر خاک کھائیگا اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالونگا وہ تیرے سر کو کچلیگی۔ اور تو اسکی ایڑی کو کاٹے گا۔"

چونکہ سانپ کے لئے عیسائی صاحبان کفارہ کا ماننا کسی طرح نہیں بتلا سکتے۔ اسلئے اسکی سزا تو کبھی دُور ہو ہی نہیں سکتی۔ باقی رہا مرد اور عورت۔ عورت کو یہ سزا ملی تھی کہ "میں تیرے حمل میں درد کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور درد سے تو لڑکے جنے گی۔ اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہو گا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔" اگر کفارہ پر ایمان لاتے ہی عورت کی یہ تمام سزائیں معاف ہو جاتیں۔ تو ہم سمجھتے کہ یہ عقیدہ درست ہے۔ لیکن اس وقت تک کوئی عیسائی عورت ان تکلیفوں سے بچ نہیں سکتی۔ اس لئے کسطرح مان لیا جائے کہ کفارہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح مرد کو جو سزا ملی ہے۔ وہ بھی کسی مرد کے کفارہ کو مان لینے سے دُور نہیں ہو سکتی۔ پس جب کفارہ کے ذریعہ اس جہان کی سزائیں معاف نہیں ہو سکتیں تو دوسرے جہان کی کہاں ہو سکینگی۔ مسیحیت کے نزدیک نجات پانے کی یہی علامتیں ہیں۔ مگر یہ کسی عیسائی کے عمل سے پوری نہیں ہوتیں۔ اسلئے کفارہ باطل ہو گیا۔ اور جب کفارہ باطل ہوا تو اس کا نتیجہ یعنے نجات بھی باطل ہو گئی۔

جب مسیح نے جان دینے پر رضامند نہ تھے۔ تو کفارہ کسطرح ہوا؟

پھر حضرت مسیح کے متعلق بائبل میں آتا ہے کہ:-

"اس وقت اس نے ان سے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا۔ اور منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ۔ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔"

اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح کو مجبوراً صلیب پر چڑھایا گیا ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے تو جسم کو بچ جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ تو صلیب پر لٹکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ مگر سزا اسی کو دیگئی۔ اب اگر حضرت مسیح کا چاروناچار صلیب پر لٹکایا جانا ہی اسبات کی دلیل ہے۔ کہ وہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو گیا تو ہر ایک قوم کہہ سکتی ہے کہ ہمارا فلاں انسان جو قتل کیا گیا تھا وہ ہمارے لئے کفارہ ہوا تھا۔ اس لئے یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک کسی بات کے متعلق دلائل نہ ہوں۔ اس وقت تک وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

قربانی اور کفارہ میں فرق ہے

پھر مسیحی صاحبان جب کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ تو ہم پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ تمہارے ہاں بھی تو قربانی ہے۔ اگر بکرا وغیرہ ذبح کرنے سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ خداوند یسوع مسیح کی قربانی ہمارے گناہوں کو معاف نہیں کرا سکتی۔ لیکن یہ اعتراض کرتے وقت دراصل وہ قربانی اور حضرت مسیح کے صلیب پر دئے جانے کے فرق کو مدنظر نہیں رکھتے۔ ہم اگر کسی جانور کی قربانی کرتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اس نے ہمارے گناہ اٹھائے ہیں۔ اور ان گناہوں کی سزا میں اسے ذبح کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے مال کا کچھ حصہ اس طریق سے خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے الگ کرکے خدا تعالیٰ سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہ معاف کر دے۔ میں اسبات کو واضح کر دیتا ہوں۔ جو چیز قربانی دیجاتی ہے وہ ہمارا مال ہوتا ہے۔ دوسرے ہم اسے خدا تعالیٰ کے لئے اپنے سے جُدا کرتے ہیں۔ تیسرے۔ خدا تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اس فعل کی وجہ سے جو اسکی رضامندی کے لئے کیا گیا ہے۔ ہمارے گناہ معاف کر دیگا۔ مگر یسوع مسیح کے مصلوب ہونے میں انمیں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی (۱) نہ تو وہ ان لوگوں کا مال ہے۔ جو اسکی قربانی پر اپنے گناہوں کا معاف ہونا سمجھے بیٹھے ہیں۔ (۲) نہ وہ اسکو قربان کرنے والے ہیں۔ قربانی کا فائدہ تو اسی کو ہوتا ہے جو کرتا ہے نہ کسی اور کو۔ یسوع مسیح کو قربان کرنے والے تو یہود ہیں۔ انکی نسبت تو کہا جاتا ہے کہ وہ دوزخ میں جائینگے۔ اور عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ ان کی قربانی کی وجہ سے ہم نجات پا جائینگے یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ عیسائیوں کا اسپر کوئی حق

نہیں۔ یہودی اسکو صلیب پر چڑھانیوالے ہیں نہ کہ عیسائی اس لئے انہیں کو اس قربانی کا فائدہ ہونا چاہیئے۔ لیکن عیسائی صاحبان بالکل اُلٹی بات کہتے ہیں کہ اسکی موت پر ایمان لانے سے ہم نجات پا جائینگے۔ پس جو نجات کا طریق مسیحی صاحبان پیش کرتے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسلام نے جو طریق بتایا ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔ سنئے بتایا ہے۔ اسلام نے شریعت کے احکام اسلئے بیان کئے ہیں تا انسان ان پر چلکر آرام پائے۔ اور مشکلات سے بچ جائے۔ اور یہ ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ ریل والوں نے بتا دیا ہے کہ جو کوئی کسی سٹیشن پر وقت مقررہ پر پہنچ کر جہاں کا ٹکٹ لیگا۔ گاڑی پر سوار ہو کر وہاں ہی پہنچ جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص روئے اور چلائے کہ یہ میرے لئے مصیبت ہے۔ کہ میں ریل پر سوار ہو کر فلاں جگہ پہنچ جاؤں گا۔ تو وہ بیوقوف ہے یہی بات شریعت کی ہے۔ شریعت تو تب لعنت ہوتی۔ جبکہ اس میں ایسے احکام ہوتے۔ جو انسان کو دکھ اور تکلیف میں ڈال دیتے۔ مگر اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے۔ جو انسان کے لئے بجائے نفع کے نقصان کا باعث ہو۔ کیا چوری کرنا بہت عمدہ کام تھا۔ جس سے منع کیا گیا ہے۔ یا زنا کرنا بہت اچھا فعل تھا۔ جس سے روکا گیا ہے۔ یا جھوٹ بولنا بہت اچھی بات تھی جس سے باز رکھا گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہی حال تمام احکام کا ہے۔ شریعت تو ایک ہدایت نامہ اور گائڈ بک ہے۔ جن باتوں سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اگر وہ خود ہی نہ بتا دیتا۔ تو مدتوں کے تجربہ اور نقصان اٹھانے کے بعد لوگ اس نتیجہ پر پہنچتے۔ کہ یہ باتیں بُری ہیں۔ انہیں نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر خدا تعالےٰ نے انسانوں پر انعام کرکے خود بتا دیا۔ افسوس! کہ عیسائی صاحبان نے خدا کے اس انعام کو لعنت قرار دیدیا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرکے شریعت کے قوانین اور احکام بطور گر کے بتا دئے ہیں۔

شریعت لعنت نہیں

چونکہ انسان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہر ایک بات کے متعلق خود نیک نتیجہ نکال لے۔ اس لئے خود خدا نے بتا دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو انسان بہت دکھ اور نقصان اُٹھاتے اور وہ بعض ایسی باتوں کو کر بیٹھتے۔ جن سے انہیں دکھ اور تکلیف کے علاوہ نقصان بھی پہنچتا۔ اور بعض ایسی باتوں کو کر نے

ہی نہ جو ان کے لئے مفید اور فائدہ مند ہوتیں۔

اسلام خدا کا عرفان کامل بخشتا۔ اور اسطرح انسان کو گناہوں سے نجات دلاتا اور مُفلح بناتا ہے

اسلام نے نہ صرف ہر ایک مُفید اور نقصان رساں بات کو بیان کر دیا ہے بلکہ اچھی باتوں پر عمل کرنے اور بری باتوں سے بچنے کا طریق بھی بتا دیا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی انسان کو ایک چیز کے مضرات اور نقصان بتا دینے اس بات کے لئے کافی نہیں ہوتے کہ وہ اس کو استعمال کرنے سے رک بھی جائے۔ کیونکہ جب تک وہ اس فعل کو کر نہیں لیتا۔ اس وقت تک اسکی نگاہ میں اس کے نقصانات پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں اسکو باز رکھنے کی ایک اور طاقت کی بھی ضرورت ہے۔ دیکھو ایک چھوٹا بچہ آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ جل جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کا باپ یا ماں سامنے ہو تو آگ میں ہاتھ نہیں ڈالیگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آگ جو تکلیف اُسے پہنچاتی ہے۔ وہ اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور اسکی نسبت کافی علم نہیں رکھتا۔ مگر باپ یا ماں کے ہاتھ کو مارنے کے لئے اُٹھتا دیکھتا ہے۔ اس لئے باز رہتا ہے۔ تو جو بات پوشیدہ ہو۔ اس سے انسان کو کم خوف ہوتا ہے۔ خواہ اسکی نسبت اسے علم بھی کیوں نہ ہو۔ اور جو ظاہر ہو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔ دیکھو ایک چور چوری کرتا ہے۔ لیکن اگر اُسے یہ معلوم ہو کہ پولیسمین سامنے کھڑا ہے تو کبھی چوری نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا مذہب ہے۔ جو خدا تعالےٰ کو سامنے دکھا دیتا ہے۔ تو وہی انسان کو گناہوں سے نجات بھی دلا سکتا ہے۔ اسپر چلنے والے انسان کو جب تک کامل معرفت نہیں ہوتی۔ اس وقت تک وہ گناہ کرتا ہے لیکن جوں جوں اسکی معرفت بڑھتی جاتی ہے۔ وہ گناہوں سے بچتا جاتا ہے۔ اور جب وہ معرفت میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو گناہوں سے بالکل بچ جاتا ہے۔ ایسا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اسلام اول خدا تعالیٰ کی ہستی کو دلائل سے ثابت کرتا ہے۔ پھر ہر زمانہ میں اسلام پر چلنے والے ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو ایسے نشانات دکھلاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے۔ تمام انبیاء اگر یہی کرتے رہے ہیں کہ ایسے نشانات دکھلاتے رہے جن سے زندہ خدا کا ثبوت ملتا رہا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح کے بعد مسیحیت میں یہ کام کسی سے نہ ہو سکا۔ اور ایسے لوگ پیدا ہونے بند ہو گئے۔ اس لئے کفارہ کا مسئلہ نکالا گیا۔ مگر خدا تعالےٰ کے زندہ دکھلانے کا اصل طریق یہی ہے کہ نبی آتے رہیں۔ اور وہ آکر اسی طرح لوگوں کو نجات دلائیں۔

کفارہ کے مسئلہ سے پہلے بھی لوگ نجات پاتے رہے

کیا حضرت موسیٰ کے وقت جبکہ کفارہ نہیں تھا۔ نجات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسے بھی حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھتے تھے اس لئے نجات پا گئے۔ تو میں کہوں گا کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لئے نجات پا گئے۔ اس بات کا ثبوت کہ حضرت موسیٰ حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھتے تھے۔ عیسائیوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے ان کا کہنا اور میرا کہنا دونوں برابر ہیں۔ مگر عیسائی صاحبان مانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت یعقوب۔ حضرت اسحٰق وغیرہ انبیاء نجات یافتہ تھے۔ حالانکہ ان کے وقت کوئی کفارہ نہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ انکی نجات شریعت کے ذریعہ ہوئی نہ کہ کفارہ سے اور انکی شریعت کا بھی مقصد تھا کہ زندہ خدا کو پیش کریں۔

اسلام نے وہی طریق نجات بتایا جو کل نبیوں نے سنایا

اب بھی یہی بات اسلام بتاتا ہے، اول۔ دلائل کے ساتھ خدا تعالےٰ کا ثبوت دیتا ہے۔ اور جب کوئی مان جائے۔ اور اسلام کے احکام پر عمل کرنا شروع کر دے۔ تو خدا کو دیکھ بھی لیتا ہے۔ خدا کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ آیندہ کی باتیں اُسے بتاتا ہے۔ اور وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اور جب گناہوں سے بچ گیا تو نجات پا گیا اور صرف نجات ہی نہیں۔ بلکہ فلاح پا گیا۔ اسلام یہ طریق گناہوں کے معاف ہونے کا بتلاتا ہے۔

گناہ معاف کرنے سے خدا غیر منصف نہیں ٹھہرتا

عیسائی صاحبان کہتے ہیں جسطرح ایک مجسٹریٹ ملزم کو رہا کرنے سے غیر منصف ٹھہرتا ہے۔ اسیطرح اگر خدا کسی کے گناہ معاف کر دے۔ تو وہ غیر منصف ٹھہرتا ہے۔ لیکن ایک مجسٹریٹ اور خدا میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگر کوئی ملزم مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ تو اس نے اس کا قصور نہیں کیا ہوتا۔ بلکہ گورنمنٹ کا کیا ہوتا ہے۔ اسلئے

وہ نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن ہر ایک گناہ جو انسان کرتا ہے۔ وہ خدا کا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ معاف کر سکتا ہے۔ پھر یہ بھی غلط بات ہے کہ عدالتیں کسی مجرم کو معاف نہیں کرتیں۔ کئی جرائم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے کرنے والوں کو بعض وجوہ سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے۔ کہ عدالت نے کچھ ملزموں کو پھانسی کی سزا دی تھی۔ لیکن وائسرائے نے انکی یہ سزا بعبور دریائے شور سے بدل دی ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسا نہیں ہوا۔ ہرگز نہیں۔ پھر عدالتیں اس لئے ملزم کو رہا نہیں کرتیں کہ انہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ملزم سچی توبہ کر رہا ہے۔ یا صرف اس سزا سے بچنے کے لئے کرتا ہے۔ اب اگر اُسے چھوڑ دیا جائے تو وہ پھر جا کر جرم شروع کر دے۔ لیکن خدا تعالے تو چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی جانتا ہے۔ جو شخص اس کے سامنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اسکی نسبت وہ خوب جانتا ہے۔ کہ یہ آیندہ گناہوں سے بچیگا یا نہیں؟ اس لئے اگر وہ کسی کو بخشدیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ پس اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالے سچی توبہ کو قبول کرتا ہے ٭

دلوں اور کانوں پر مُہر کا کیا مطلب

حضور یہاں تک بیان فرما چکے تو اس عیسائی صاحب[1] نے سوال کیا کہ قرآن مجید لوگوں کی نسبت کہتا ہے۔ کہ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر کر دی ہے۔ ایسے لوگ کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔ حضور نے اس کے متعلق فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں یہ کسی جگہ نہیں آیا۔ کہ کوئی انسان بُرا پیدا کیا گیا ہے۔ یہ جو دلوں اور کانوں پر مُہر کے متعلق آیا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ دیکھئے انسان کے ہاتھ میں طاقت ہو کہ کوئی چیز پکڑ لے۔ لیکن ہندوؤں میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنے ہاتھ کو سکھا دیتے ہیں۔ اور اس میں پکڑنے کی بالکل طاقت نہیں رہتی۔ یہ کس کا قصور ہے۔ سکھانے والے کا۔ مگر اس کے ہاتھ کو سکھایا کس نے خدا نے۔ اگر خدا نہ چاہتا۔ تو ہاتھ نہ سوکھتا۔ مگر اس کا قانون ہی یہی ہے۔ کہ جو کوئی نعمت کی بے قدری کرتا ہے۔ اس سے چھین لیتا ہے۔ جو آپنے کہا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔ جو کہ ان الذین کفروا سواءٌ علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم۔ کہ تحقیق وہ لوگ جو کافر ہو گئے در انحالیکہ برابر ہوا ڈرانا یا نہ ڈرانا وہ توجہ ہی نہیں کرتے۔ پس جبکہ وہ توجہ ہی نہیں کرتے تو انکے دلوں اور کانوں پر مہر لگ گئی۔ جن لوگوں کا ذکر پہلے ہے۔ انہیں کے دل اور کانوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مہر لگ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک انسان میں روحانی طاقتیں رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان سے کام نہیں لیتا۔ اور انکو ضائع کر دیتا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی باتوں پر غور نہیں کرتے۔ اور اسکی باتوں کو سنکر بھی عمل نہیں کرتے۔ انکی یہ طاقتیں ماری جاتی ہیں۔ پھر ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہوتا ہے۔ تو ایسے لوگ خود گمراہ ہوتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان میں ہدایت پانے کی طاقت ہی نہیں رکھی جاتی ٭

[1] الحمد للہ کہ یہ صاحب اس تقریر کے اثر سے آخر احمدی ہو گئے۔ اور اب قادیان میں دینی تعلیم پا رہے ہیں۔ خدا تعالے استقلال و استقامت بخشے ٭

قرآن مجید کو کھیل نہ بناؤ

یہودیوں میں ایک یہ مرض تھا کہ وہ اپنی الہامی کتاب سے وہ فائدہ نہ اٹھاتے تھے جسکے لئے نازل ہوئی۔ بلکہ اُسے جنتر منتر۔ ٹونے ٹوٹکے کی کتاب بنا لیا۔ پھر کلام الٰہی کی ہتک کا موجب ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی یہ مرض آ گیا۔ اور انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے اسی قسم کے کام لینے شروع کئے۔ ایک مراسلت ہمارے پاس پہنچی ہے جس سے اس قسم کی ایک مکروہ طرز عمل کا برا نتیجہ عیاں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس مراسلت کا ذکر اپنے درس میں بھی فرمایا۔ اور ایسی ایک تقریر کی اور نہایت رنج کا اظہار کیا کہ احمدیوں میں سے بھی بعض اس بیہودگی کے مرتکب ہوئے۔ نیز اس مراسلہ نویس کو جو بالکل نوجوان ہے۔ ڈانٹا اور لکھوایا کہ سورتیں پڑھنے اور عمل کرنے کے لئے نازل ہوئی جن غرض کے لئے اسے تم لوگوں نے استعمال کیا ہے وہ ناپسندیدہ ہے اور اس میں دین کا نقصان ہے۔ اور تم سے جو حرکت ہوئی وہ بھی نہایت قابل نفرت ہے۔ آئندہ کے لئے احتیاط چاہیئے۔

(ایڈیٹر)

مینے دوبارہ خدا کو پایا

چند دن ہوئے روپے چوری ہو گئے۔ چور بھی معلوم ہو گیا۔ لیکن یقین پختہ کرنے کے لئے چند اشخاص میں یہ مشورہ قرار پایا کہ مٹی کے لوٹے پر سورہ یٰسین پڑھی جاوے۔ اور چور معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا کرنے پر میرا نام نکلا۔ اب میں اس وقت جبکہ چوری ہوئی۔ گھر پر بھی نہ تھا۔ لیکن حیران تھا کہ ایک بے جان شے نے حرکت کیوں کی؟ اس وقت جب میں بالکل بے قصور تھا۔ مجھے ملزم ٹھہرایا گیا۔ اس وقت جوش میں آکر (ربنا اغفرلی) مینے لوٹا توڑ دیا۔ اور نعوذ باللہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں۔ نماز ظہر و عصر ادا نہ کی۔ اور اعلان کر دیا کہ میں نعوذ باللہ قرآن کریم اور رسول کریمؐ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی ایمان نہیں رکھتا ٭

دعا بھی نہایت ہی مفید ہے

بروقت مغرب جب موذن نے اذان کہی تو مینے موذن اور موذن کے والد صاحب سے کہا کہ گذشتہ عمر میں میرا ایمان بہت پختہ رہ چکا ہے۔ ممکن ہو یہ میرا امتحان ہو۔ اور خدانخواستہ کہیں مجھ پر ابتلا نہ آجاوے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کوئی ہستی ہو خواہ نہیں۔ میں نماز میں سر بسجود دعا کرتا ہوں۔ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے ٭

خدا کی ہستی کا ثبوت

نماز میں مینے بہت دعائیں کیں۔ اے وہ ہستی جسکو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور ہندو پرمیشور اگر تو کوئی واقعی ہستی ہے تو مجھ ڈوبتے کو بچالے اور بہت جلد اپنی کسی ادنیٰ قدرت کا نمونہ دکھلا دے۔ نماز عشاء اور دوسرے دن نماز فجر میں بھی دعائیں کیں۔ بعد نماز فجر قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اور پھر دو نفل ادا کئے۔ اس کے بعد میں جناب حضور کو عریضہ لکھنے کو تھا۔ اور القاب سوچ رہا تھا کہ مینے یونہی ایک پرزہ کاغذ پر لا تایئسوا من روح اللّٰہ لکھا۔ ابھی خط ختم کر کے ڈاکخانہ کی طرف جا رہا تھا کہ چوری کا مرتکب معلوم ہو گیا۔ اور مال برآمد کر دیا گیا۔ الحمد للہ علی ذالک ٭ اسی وقت مینے وہ عریضہ جو حضور کیطرف لکھا گیا تھا۔ تمام حاضرین کے سامنے باآواز بلند اور نہایت جوش میں پڑھا اور اس گھڑی مجھے اسقدر خوشی نصیب ہوئی کہ مینے جوش میں پکار کر کہا کہ "گواہ رہنا میرا ایمان مجھے مل گیا"۔

سفر چٹاگانگ

[illegible] دوسری رات ان اعتراضوں کا جواب ہونا تھا لیکن مناظرہ کے علاوہ دیگر علماء نے دیکھا کہ یہ اعتراض بالکل بودے ہیں۔ اور چند منٹوں میں اڑ جائینگے۔ اگر اس مباحثہ کو بند نکیا گیا تو ہماری سخت ذلت و رسوائی ہوگی اس لئے انہوں نے اس کو بند کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ شہر میں ایک فتنہ کی آگ بھڑکا دی جس سے شہر کا ہر ایک چھوٹا بڑا ڈر گیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا رات کو جوابات ہونے تھے انہوں نے جمعہ کی نماز کے بعد تمام لوگوں کو شہر کی جامع مسجد میں جو ہمارے مکان کے سامنے ہی چند گز کے فاصلہ پر تھی جمع کیا اور تین مولویوں نے وعظ کیا لوگوں کو ہمارے خلاف بہت خطرناک پیرایہ میں اکسایا یہاں تک اس کا اثر تھا کہ لوگ کثرت سے اٹھکر ہمارے٭ مکان پر آ گئے اور اس کو اس طرح پر گھیر لیا جس طرح کوئی محاصرہ کرتا ہے یہاں تک کہ مکان کا اندرونی بیرونی حصہ آدمیوں سے بھر گیا۔

لیکن خدا کا زبردست ہاتھ اس وقت کام کر رہا تھا وہ لوگ جوش سے بھرے ہوئے ہمارے پاس آئے تھے۔ مگر وہاں آتے ہی ٹھنڈے پڑ جاتے تھے اور اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے جس طرح مردہ ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مولوی ان کو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر خدا کے فضل و کرم سے جس وقت وہ وہاں آئے ہم جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی سے ان کے دو فریق ہو گئے۔ اور وہ آپس میں ہی جھگڑنے لگ پڑے بعض ہمارے خلاف اور بعض ہماری تائید میں اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ایک شخص نے ہمارے نماز سے فارغ ہوتے ہی جو مولانا مولوی سرور شاہ صاحب پر جوش سے کچھ اعتراضات کر دیئے۔ مولانا موصوف اس کو جواب دینے لگ گئے اور لوگوں کی توجہ سننے کی طرف پھر گئی خیر یہ اژدہام اور لوگوں کا آنا جانا تقریباً پانچ بجے تک رہا۔ لیکن ان وعظوں کا چرچا سارے شہر میں آناً فاناً پھیل گیا۔ اور لوگ ان کے اس فتنہ سے بہت ہی خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ مولوی عبد الستار صاحب نے جنہوں نے اپنے مکان پر یہ مباحثہ کروایا تھا ہمیں خط لکھا کہ چونکہ فتنہ بہت زوروں پر ہے۔ اور ڈر ہے کہ کہیں فساد نہ ہو جائے۔ اس لئے آگے مباحثہ کو بند کیا جاتا ہے۔

٭ ہمارا مکان ایک پہاڑی پر واقعہ تھا اور مکان تنکوں اور بانسوں سے بنا ہوا تھا۔ اور اسی پہاڑی پر مسجد تھی سوائے اس کے اور کوئی مکان وہاں نہ تھا۔

بیجا جوش

ادھر تو مولویوں نے لوگوں کو اس طرح اکسایا اور دوسری طرف اس شخص کو جس کے ماتحت ہمارا مکان تھا۔ اس کے گھر یہ کہلا بھیجا کہ آپ انکو اسی وقت اس مکان سے نکال دیں۔ ورنہ ہم مکان جلا دینگے چنانچہ جس وقت وہ رات کو گھر گئے ان کو یہ پیغام ملا تو انہوں نے ہمارے دوست ماسٹر مبارک علی صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ اسی وقت کوئی اور انتظام کر لیں انہوں نے کہا کہ اب رات کے گیارہ بجے ہیں اس وقت کہاں انتظام ہو سکتا ہے انہوں نے کہا کہ پھر مکان کے ذمہ دار آپ خود ہیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت ہمیں آکر اطلاع دی اس رات ہم نے یہی انتظام کیا کہ پہرہ دیتے رہیں دوسرے دن ہمارا واپس آنیکا ارادہ تھا۔ کیونکہ ہمارا پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ مگر وہاں کے ایک رئیس جناب کمال الدین صاحب شمس العلماء نے جو اسی دن باہر سے تشریف لائے تھے ہمارے ملنے کی خواہش ظاہر کی اس لئے دوسری رات بھی ہم کو وہاں ٹھہرنا پڑا اس رات کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا۔ اس لئے ہم سو رہے مگر دشمن تو گھات میں تھے۔

آگ لگا دی

چنانچہ رات کے تین بجے انہوں نے اگر جس کمرہ میں ہم سوئے ہوئے تھے آگ لگا دی۔ لیکن خدا تعالے کا خاص فضل ہوا کہ ہماری جماعت کے آدمی مسمی امداد علی صاحب جو برہمن بڑیہ سے آئے ہوئے تھے اس وقت جاگتے ہی تھے اور دوسرے کمرہ میں بیٹھے ہوئے باہر میدان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دو آدمیوں کو جب وہ آگ لگا کر واپس جا رہے تھے دیکھ لیا اور آواز دی کہ کون ہے اس آواز پر وہ بھاگ گئے ان کو شک گذرا چنانچہ باہر نکل کر دیکھا تو آگ لگی ہوئی پائی انہوں نے جلدی سے چھپر کے اوپر کود کر بہت سا حصہ تنکوں اور بانسوں کا نیچے گرا دیا اتنے میں ہم بھی اٹھکر باہر نکلے۔ اور بقیہ آگ پر جو پھر دوبارہ بھڑک اٹھی تھی۔ مٹی وغیرہ ڈالنی شروع کی اتنے میں ایک ہندو دوست پانی لے کر پہنچ گئے اور انہوں نے بڑی مشکل سے چھپر کے اوپر چڑھکر آگ کو بجھایا جزاہ اللہ خیر الجزاء

آگ بجھانے کے بعد ہم اندر آکر بیٹھے ہی تھے کہ اللہ تعالے نے ایک ایسا عظیم الشان نشان دکھایا کہ جس کو خود دشمنوں کے دلوں نے بھی محسوس کیا اور وہ یہ کہ یک لخت زلزلہ آ گیا اور چار دھکے اچھے زور کے لگے جس سے تمام لوگ بیدار ہو کر گھروں سے باہر نکل پڑے کاش کہ چٹاگانگ کے لوگ اس نشان سے فائدہ اٹھائیں

برہمن بڑیہ میں تبلیغ

اتوار کو ہم نے وہاں سے قادیان کی طرف روانہ ہونا تھا۔ مگر صبح حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا تار ملا کہ برہمن بڑیہ جاؤ اس لئے ہم وہاں سے چار بجے کی گاڑی میں روانہ ہو کر دوسرے دن صبح برہمن بڑیہ پہنچے جہاں پر مولانا مولوی عبد الواحد صاحب اور خانصاحب بہت محبت اور تپاک سے ملے اور مہمان نوازی کا پورا حق ادا کیا ہم ان کے اس اعتنا کے تہ دل سے مشکور ہیں۔ اللہ تعالے ان پر بڑے بڑے فضل کرے اور اپنی خاص رحمت سے ان کو حصہ دے آمین

جوں جوں جماعت کے لوگوں کو اطلاع ہوتی گئی ملنے کے لئے آتے گئے۔ بعض لوگ تحقیق کے لئے بھی آئے اور جوابوں سے تسلی کا اظہار کیا۔

وہاں پر مکرمی چوہدری صاحب کا انگریزی لیکچر بھی ہوا جس کا اہتمام اور بندوبست وہاں کے ہندوؤں نے کیا اور انہی کی خواہش سے یہ لیکچر دیا گیا۔ لیکچر بہت پسند کیا گیا

چنانچہ سنا ہے کہ ہندو اب وہاں کے غیر احمدیوں کو ملزم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو تم کیوں برا کہتے ہو۔

ہمارا قیام وہاں دو دن رہا دوسرے دن شام کو سات بجے کی گاڑی میں سوار ہو کر ہم دوسرے دن شام کو کلکتہ پہنچے وہاں جماعت کے اصرار سے دو دن قیام رہا۔

جمعہ وہاں پڑھا گیا جماعت کے لوگ سب اکٹھے ہوئے وہاں کی جماعت کے اخلاص کے ہم نہایت ہی مداح ہیں خصوصاً میاں غلام نبی صاحب کے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دین دنیا میں حسنات عطا کرے اور ان کی استقامت اخلاص میں ترقی دے آمین کلکتہ سے ہم ۵ مئی کی رات کو روانہ ہو کر سات کو خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت دار الامان پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

خاکسار شیخ عبد الرحمٰن

شہادت حقہ

نماز عصر کے بعد کا وقت تھا مسجد اقصیٰ میں درس قرآن شریف ہونے کو تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول تشریف فرما تھے۔ کہ میاں رجب الدین صاحب لاہوری کا بیٹا ایک خط لیکر آیا۔ حضرت نے اسے پڑھا۔ اور مجھے فرمایا۔ اس کا جواب لکھو۔ آپنے جو الفاظ فرمائے جو کئی پاس بیٹھے ہوؤں نے سنے۔ اور میں نے اس وقت لکھے۔ ان میں یہ الفاظ بھی تھے کہ "تم تو ہمارے دوست تھے۔ مگر تم بھی منافقوں کے ساتھ مل گئے"۔ یہ خط جب لاہور پہنچا۔ تو وہاں سے خبر آئی کہ ڈاکٹر [illegible] وہ خط دیکھنا چاہتے ہیں مگر رجب الدین صاحب دکھاتے نہیں۔ راقم محمد صادق عفی اللہ خادم ڈاک خلیفۃ المسیح

وی پی آتے ہیں

جن صاحبان کا چندہ سالانہ ماہ مئی ۱۹۱۶ء میں ختم ہوتا ہے انکے نام یکم جون ۱۹۱۶ء کو وی پی جائینگے وصول فرما کر مشکور کریں (مینجر)

پیغام نمبر ۱۲۰ پر ایک نظر

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں۔

اس ابن آدم کی ایڑی کو ڈسنے والا کوبرا ۲۱ دن کے بعد پھر اپنا سر نکالتا ہے۔ اور حسب فطرت اپنے محسن و مربی کے گھرانے پر ڈنگ چلاتا ہے لیکن الحمد للہ کہ اس زہر کا تریاق ہمارے پاس موجود ہے

پیغامیوں کا نیا کلمہ

اس سے پہلے جو مسلمان مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھے اس کی موت بہت مبارک خیال کی جاتی ہے اور اسی کلمہ کی تلقین مسلمانوں میں شائع اور ذائع تھی۔ اب پیغامی ذمہ تقلید جو نکلا ہے تو ان میں سب سے بڑا ایماندار وہ سمجھا جاتا ہے جو مرتے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت و فرزندان بشرا در مہاجرین و تربیت یافتگان آغوش نبوت کو مشرک اور ضال کہے چنانچہ خلیفہ رجب الدین صاحب کی نسبت بھی پیغام میں یہ اظہار چھپا ہے کہ آپنے وفات کے وقت جو کلمات سب سے آخر فرمائے وہ یہ ہیں۔

انہیں (حضرت مرزا صاحب) مسیح موعود مہدی۔ مجدد اور ولی مانتا ہوں اور نبی منانے والوں کو مشرک اور ضال بتاتے ہوئے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔
(پیغام صفحہ ۲ کالم ۱)

مسیح موعود کو نبی اللہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اول فرمایا۔ دیکھو صحیح مسلم۔ اور حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس نے بھی فرمایا ہے کہ احادیث صحیحہ میں مسیح موعود کے لئے "نبی" آیا ہے۔ تو کیا یہ مشرک و ضال اس ذات ستودہ صفات کو کہا گیا۔ یا خود مسیح موعود کو جنہوں نے فرمایا کہ ہم نبی ہیں یا اس بیٹے کو جسے حسن و احسان میں اپنا نظیر فرمایا۔

بھلے آدمی کبھی تو عقل سے بھی کام لیا کرو

مبلغین کو جو نصائح حضور خلیفۃ المسیح نے فرمائیں وہ ایسی قیمتی اور زرین [illegible] اسد ترین مخالف جس کے دل و دماغ میں سوائے بغض کے اور کچھ نہیں۔ کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"اس میں شک نہیں کہ نہایت پاکیزہ نصائح ہیں اور واجب التقلید"

مگر اس کے ساتھ ہی ایک اعتراض کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیس روز آرام کی وجہ سے عقل کند ہو گئی ہے۔ اور ذہن کو زنگ لگ گیا ہے آپ فرماتے ہیں

"میاں صاحب نے جو یہ کہا ہے "موجودہ فتنہ میں نوے فیصدی ایسے لوگ ہیں جو اسی وجہ سے کہ ان کا تعلق قادیان سے نہ تھا فتنے میں پڑے ہیں بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ قادیان میں کچھ کام نہیں ہوتا روپیہ جاتا ہے اور وہ لوگ بانٹ کر کھا لیتے ہیں"

اس سے ثابت ہو گیا کہ نوے فیصدی لوگ ہمارے (پیغامیوں کے) ساتھ ہیں اور آپ کا دعویٰ کثرت ملیامیٹ ہو گیا ہے۔ اور آخری فقرے سے ظاہر ہے کہ بہت سارے لوگ منحرف ہو چکے ہیں۔

واہ او میرے شیر تیری عقل۔ ذرا سوچ اور اپنے امیر قوم سے مشورہ لے۔ نوے فیصدی ان لوگوں سے مراد ہیں۔ جو فتنہ میں پڑے ہیں یعنی جو احمدی جماعت سے الگ ہو کر پیغامی ہوئے اور محمد علی کے رفقا بنے۔ اور انہیں میں بہت سارے ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قادیان میں کوئی کام نہیں رہا۔

کتب مسیح موعود سے ناواقفیت

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہل حدیث میں لکھا تھا کہ حقیقۃ الوحی میں ہے اسلام کا منکر اور مسیح موعود کا منکر در اصل دونوں برابر کے کافر ہیں۔

پیغام صلح لکھتا ہے۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ ساری حقیقۃ الوحی میں سے مجھے وہ جگہ نکالکر [illegible]

جہاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بیرنگ . . ہو۔
حالانکہ صفحہ ۱۷۹ پر یہ عبارت مندرج ہے۔

اور کفر دو قسم پر ہے اول ایک یہ کفر کہ
ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول
نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً
مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور باوجود اتمام
حجت کے جھوٹا جانتا ہے + + + اور
اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دونو قسم
کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں (صفحہ ۱۷۹
حقیقۃ الوحی)

اب پیغام بتلائے اس کے سوا اس کے اور کیا معنے
ہیں کہ اسلام کا منکر اور مسیح موعودؑ کا منکر دونو ایک
ہی گروہ (کفار) میں داخل ہیں؟
پھر پیغام کے مضمون نویس نے ایک اور خیانت
کی ہے۔ کہ حضرت اقدس کی طرف یہ بات منسوب
کی ہے۔

یہاں تو ان کو بھی جنہیں تبلیغ نہیں پہنچی قابل
مواخذہ نہیں ٹھہرایا اور انہیں کافر کہنا
خلاف عقل ٹھہرایا باقیوں کو بھی کافر نہیں
ٹھہرایا۔

حالانکہ اسی حقیقۃ الوحی میں ہے۔

بہر حال کسی کے کفر اور اس پر اتمام حجت
کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت
کرنا ہمارا کام نہیں ہے یہ اس کا کام ہے
جو عالم الغیب ہے ہم اسی قدر کہ سکتے
ہیں کہ خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے
وہ مواخذہ کے لائق ہوگا ہاں چونکہ شریعت
کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لئے ہم منکر کو مومن
نہیں کہ سکتے + + اور کافر منکر کو ہی کہتے
ہیں (صفحہ ۱۷۹)

پس یہ تو صحیح ہے کہ ممکن ہے ایک شخص مسیح موعود
پر ایمان نہ لائے اور پھر بھی اس سے مواخذہ نہ ہو
کیونکہ ممکن ہے اس پر اتمام حجت نہ ہوا ہو یا کسی وجہ

سے معذور ہو۔ مگر
شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام
بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع
شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۰)

کافر یا مشرک باپ کے لئے دعا

پیغام نے یہ بھی اعتراض
کیا ہے کہ میاں صاحب
نے غیر احمدی متوفی والدین
کے لئے نماز میں دعا مغفرت
کرنے سے منع کر دیا ہے۔ تو کیا اب میاں صاحب اور
ان کے متبعین نے قرآن مجید سے دعا ربنا اغفرلی
ولوالدیّ نکال دی ہے یا جب یہ مقام آتا ہے پڑھتے
نہیں؟

لاحول ولاقوۃ کیا حماقت سے بھرا ہوا یہ قول ہے
اپنے مذہب کے فقہی کتب کو دیکھو۔ اور قرآن مجید
کی یہ آیت پڑھو۔ ماکان للنبی والذین اٰمنوا
ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی
من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم
(التوبہ)

اس آیت کے ماتحت کسی مسلم کے لئے جائز نہیں کہ
اپنے کافر یا مشرک متوفی والد کے لئے دعا مغفرت
مانگے۔ پس ایڈیٹر پیغام بتلائے کہ ہزاروں مسلموں
نے یہ آیت قرآن مجید سے نکال ڈالی ہے۔ جیسے
احمدی نکالیں جن کے والد متوفی غیر احمدی ہیں۔ بات
وہ کرو جس سے تمہارے مسلمہ اصول پر اعتراض آئے
قرآن مجید میں جو ربنا اغفرلی ولوالدیّ ہے وہ تو حضرت
ابراہیم کا قول ہے۔ پس تلاوت قرآن مجید اور بات
ہے۔ اور اپنی طرف سے دعا اور بات۔ اگر پیغام کا اصل
درست ہے۔ تو پھر اس کے نقطۂ خیال سے تو فرعون
کا قول مشرکین کا قول جو قرآن مجید میں درج ہے وہ
بھی نہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک مومن کے منہ سے
وہ کلمات نہیں نکل سکتے۔

مولوی محمد علی کیسے آدمی تیار کر رہا ہے

چودہری حاکم علی صاحب
پیغام بلڈنگس میں گئے
اور وہاں مولوی محمد علی
صاحب اور اس کے
رفقاء کو خوب لتاڑا۔ اور جھاڑا جب مولوی محمد علی ایک
بات میں بالکل لاجواب رہ گئے۔ تو ایک شخص (حافظ
فضل احمد) بول اٹھا۔ اس کا جواب میں دیتا ہوں۔ اور
چھٹتے ہی کہنے لگا۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور
تم لوگ میاں صاحب کی خاطر جھوٹ بولتے ہو۔ چوہدری
صاحب نے مولوی محمد علی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ
وہ مہذب آدمی ہیں جو آپ نے تیار کئے ہیں۔ اور یہ ہے
نمونہ آپ کی فرمانبرداری اور مجلس کے ادب اور تہذیب
کا۔ اس پر ڈاکٹر محمد حسین نے اس شخص سے کہا چپ رہو
اور چوہدری صاحب سے کہا یہ پاگل ہے۔ خوب۔
"پیغامیوں نے چوہدری صاحب سے یہ سوال بھی کیا کہ جو
لوگ حضرت اقدس کے دعویٰ سے بےخبر محض ہیں۔ انکی
نسبت کیا فتویٰ ہے۔ اس کا جواب تو بالکل آسان
ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ والتسلیم کے دعویٰ
سے جو لوگ بےخبر محض ہوں۔ ان کی نسبت تمہارا کیا
فتویٰ ہے اور کفار کے نابالغ فرزندوں کو جو دین
کی بات سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ان کے بارے میں تمہارا
کیا فتویٰ ہے اس کے بعد اس کا جواب دیا جاویگا

اعلان

حضرت خلیفۃ المسیح کا لیکچر بعنوان "اسلام اور دیگر مذاہب"
جو ۱۰ اپریل ۱۹۱۶ء بمبئی میں پڑھا گیا تھا۔ چھپ کر تیار ہو گیا ہے
اس مضمون میں اسلام کا دیگر مذاہب سے عجیب پیرایہ میں مقابلہ
کیا گیا ہے کہ اس سے قبل نہیں ہوا مضمون کی عمدگی اور
دلچسپی پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے اور اس کی تبلیغ کہنا
بیجا نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب
کا گویا یہ دوسرا حصہ ہے۔ انگریزی ولد وہ ہے باوجود کاغذ
کی گرانی کے اردو کی قیمت ۴؍ انگریزی ۵؍ روپے فی استطاعت
احباب متعدد کاپیاں خرید کر ہندو عیسائیوں میں قیمت
تقسیم کریں۔
شیر علی ایڈیٹر ریویو

(سلطان احمد)